فاضلِ بریلوی ۲

کا فقہی مقام

از
مولانا غلام رسول سعیدی

طابع و ناشر
رضا اکیڈمی ممبئی
۱۳۰ علی عمر اسٹریٹ

۷۸۶/۹۲

بطفیل شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم مولانا شاہ
محمد مصطفےٰ رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فاضلِ بریلوی کا فقہی مقام

از

مولانا غلام رسول سعیدی

حسبِ فرمائش

جماعت رضائے مصطفےٰ
ناخدا محلہ بمبئی نمبر ۳

بزمِ اشاعتِ سنیت، سنی مجلس کمیٹی

۱۳۰- علی عمر اسٹریٹ، بمبئی ۳

اشاعت نمبر ۱۵

کتاب ——— فاضل بریلوی کا فقہی مقام

مصنف ——— مولانا غلام رسول سعیدی

شائع کردہ ——— رضا اکیڈمی بمبئی

تعداد ——— دو ہزار

پریس ——— روبی

برائے ایصال ثواب

مندرجہ ذیل مخیر حضرات نے اپنے بزرگوں کے ایصال ثواب کے لیے

اس کتاب میں حصہ لیا

حضرت سید سراج اظہر صاحب ——— سید ابوالہاشم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جناب سید ظفر صاحب ——— مرحوم عبد القادر (غازی خاں) ابن حاجی

عبد الغفور موٹر سائیکل والے اور

مرحوم احتشام الدین ابن غلام قادر خاں

جناب غلام یٰسین صاحب ——— کل اُمّتِ مرحومہ

جناب محمد حسین رضوی صاحب ——— مرحومہ ہمشیرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فقہی مقام پیش کرنا حقیقۃً اس شخص کا کام ہے جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فقہی کارناموں، آپ کے معاصرین اور متقدمین فقہاء کی کاوشوں پر گہری نظر رکھتا ہو۔ مجھ جیسے ہیچ مداں شخص کو جسے اپنی علمی بے بضاعتی کا مکمل اعتراف ہے۔ اعلیحضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فقہی مقام پر لکھنے کا مکلف کرنا یقیناً زیادتی ہے۔ تاہم محسنِ اہلِ سُنّت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ سے جو مجھے عقیدت و محبت ہے۔ اس کے اقتضاء نے مجھے یہ جرأت رندانہ عطا کی۔ کہ مَیں اپنی محبت و عقیدت کو صفحات قرطاس پر پیش کر سکوں۔ اس مرحلہ پر اگرچہ عقل و خرد روکتی رہی۔ لیکن عشق عقل کی زنجیروں میں کبھی جکڑا نہیں گیا۔ اور ہوش کا جیب و دامن کبھی شوق کے ہاتھوں سلامت نہیں رہا۔

اعلیحضرت کے فقہی مقام پر کچھ تعولیفِ قلم کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ پہلے اختصاراً اعلیحضرت کا ایک سوانحی خاکہ تحریر کیا جائے۔ پھر فقیہہ کی تعریف اور طبقات فقہاء بیان کئے جائیں۔ تاکہ قارئین کرام فقہ اور طبقات فقہاء کی روشنی میں اعلیحضرت کی فقہی بصیرت کا اندازہ کر سکیں۔

مختصر سوانح

اعلیحضرت، عظیم البرکت الشاہ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت ۱۰ر شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ر جون ۱۸۵۶ء بروز اتوار شہر بریلی کے محلہ جسولی میں

ہوئی ۔ پیدائشی نام محمد اور تاریخی نام المختار ہے ۔ جدِ امجد حضرت مولانا رضا علی خاں نے آپ کا نام احمد رضا رکھا ۔ خود اعلیحضرت نے اپنی ولادت کا سن ہجری اس آیۂ کریمہ سے مستنبط کیا ہے ۔

اُولٰئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ط

یہ ہیں وہ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا ۔ اور اپنی پسندیدہ روح سے انکی مدد فرمائی

چار سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ ختم کرلیا ۔ چھ سال کی عمر میں ربیعُ الاوّل کی تقریب میں منبر پر رونق افروز ہوئے ۔ اور ایک مجمع عظیم میں میلاد شریف پڑھا ۔ اُردو ، فارسی کی کتب پڑھنے کے بعد میزان منشعب وغیرہ کی تعلیم مرزا غلام قادر بیگ سے حاصل کی ۔ پھر تمام دینیات کی تعلیم اپنے والد حضرت مولانا نقی علیخاں رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مکمل کی ۔ تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں تفسیر، حدیث ، کلام ، فقہ وغیرہا تمام علوم دینیہ کی تکمیل کرلی ۔ اور چودہ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ میں دستارِ فضیلت کو اعزاز بخشا ۔ اور اسی دن مسئلہ رضاعت سے متعلق ایک فتویٰ لکھ کر اپنے والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا ۔ جواب بالکل صحیح تھا ۔ والد صاحب نے جودتِ ذہنی دیکھ کر اسی وقت سے افتاء کا کام آپ کے سپرد کر دیا ۔ تمام عمر درس و تدریس ، افتاء و تصنیف میں بسر ہوئی ۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے والہانہ عشق تھا ۔ ذکر و فکر کی ہر مجلس میں تصورِ رسالت سے ذہن شاداب رہتا تھا ۔ آپنے دینِ متین کے ہر گوشہ کو محبتِ رسول میں سمو دیا ۔ عشق و محبت کی پاکیزہ لطافتوں کو جن لوگوں نے بدعت کا نام دیا ۔ انہیں سُنّت و بدعت کا فرق سمجھایا ۔ عظمتِ رسول میں تنقیص کرنے والوں کا عاشقانہ غیرت سے احتساب کیا ۔ علم و عمل کے ہر پہلو میں عظمت رسول کو اجاگر کیا ۔ عرب و عجم

کے علماء نے آپ کی تکریم کی - ریاضی اور جفر کے بڑے بڑے ماہرین نے آپ کی علمی عظمت کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے - اور شرق و غرب میں آپ کا علمی اور روحانی فیض جاری ہو گیا -

۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ بروز جمعۃ المبارک دو بجکر ۳۸ منٹ پر آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا - اُدھر مؤذن نے حَیَّ عَلَی الفَلَاح کی صدا بلند کی - اِدھر آپ نے جان ، جانِ آفرین کے سپرد کر دی - جس وقت آپکا وصال ہوا - اسی وقت بیت المقدس کے ایک شامی بزرگ نے خواب میں دیکھا - کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے ساتھ تشریف فرما ہیں - اور آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کے منتظر ہیں - انہوں نے عرض کیا - حضور کسی کا انتظار ہے؟ فرمایا احمد رضا کا -

(ماخوذ از سوانح امام احمد رضا)

فقہ کی تعریفات

اُصولیین فقہاء اور متصوفین تینوں طبقوں نے فقہ کی مختلف تعریفیں کی ہیں - ہم قارئین کی ضیافت طبع کے لئے یہ تینوں تعریفیں پیش کرتے ہیں -

اُصولیین کی تعریف

فقہ احکام شرعیہ فرعیہ کے اس علم کو کہتے ہیں - جو دلائل تفصیلیہ سے مکتسب ہو - اور اس تعریف کے اعتبار سے فقہ مجتہدین کا خاصہ ہے -

فقہاء کی تعریف

فقہ مسائل فرعیہ کے حفظ کو کہتے ہیں - عام ازیں کہ ان مسائل کا اکتساب دلائل تفصیلیہ سے کیا گیا ہو - یا اقوالِ مجتہدین سے - اس تعریف کے اعتبار سے مقلدین کے علم کو بھی فقہ کہہ سکیں گے -

متصوفین کی تعریف

فقہ دنیا سے اعراض کرنا۔ آخرت کی طرف رغبت کرنا۔ دین پر بصیرت رکھنا۔ عبادت پر مواظبت کرنا اور خلائق کو نصیحت کرنا ہے۔ اس تعریف کے اعتبار سے فقہ کی تعریف عالم باعمل اور متقی کامل پر صادق آئے گی۔ (محصل از شامی)

فقہ اصولیین کے آئینہ میں

اُصولیین کی تعریف کے اعتبار سے فقہ کی تعریف صرف مجتہدین پر صادق آتی ہے۔ ہم اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اجتہاد مطلق کا دعویٰ تو نہیں کرتے۔ لیکن یہ بات یقینی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ اعلیحضرت، عظیم البرکت کی شخصیت میں واضح طور پر اجتہاد کی جھلک نظر آتی ہے۔ آپ نے بیشمار ایسے قواعد مقرر فرمائے۔ کہ اگر وہ سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے سامنے پیش کئے جاتے۔ تو وہ یقیناً انکی تحسین فرماتے۔ آپ نے متعدد ضوابط ارقام فرمائے۔ جو کتب فقہ میں کہیں نہیں ملتے۔ لیکن ان کا وجود ناگزیر ہے۔ کیونکہ فقہ کی بیشمار جزئیات اپنے انطباق کے لئے ان قواعد کی مرہونِ منت ہیں۔ ہم انشاء اللہ اس مضمون میں اِن قواعد و ضوابط کی نشاندہی کرینگے۔ چونکہ اعلیحضرت الشاہ احمد رضا خاں صاحب نے اِن تمام قواعد کا کتاب و سُنت سے اکتساب کیا ہے۔ اس لئے یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے۔ کہ اعلیحضرت فاضل بریلوی کی شخصیت اجتہادی شان کی حامل تھی۔ اور جس شخص نے اعلیحضرت فاضل بریلوی کی فقہی تحقیقات کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا ہے۔ اس کے لئے یہ کوئی نظری مسئلہ نہیں ہے۔ ہم آپ کے سامنے ایسی دو مثالیں پیش کرتے ہیں۔ جن سے اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی فقیہانہ عظمت کا اندازہ ہو سکے گا۔ اور آفتاب سے زیادہ روشن طریقہ پر ثابت ہو جائیگا۔ کہ اعلیٰ حضرت

علیم البرکت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اگرچہ مجتہد فی الشرع یا مجتہد مطلق تو نہیں ہیں لیکن آپ کی تحریروں میں اجتہاد کا رنگ جھلکتا ہے۔ اور آپ کی تقریروں سے استنباط کی مہک آتی ہے۔

رنگ اجتہاد

عام طور پر کتب اصول میں احکام شرعیہ کی سات قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔ فرض[۱]، واجب[۲]، مستحب[۳]، مباح[۴]، حرام[۵]، مکروہ[۶] تحریمی، مکروہ تنزیہی، لیکن اعلیحضرت علیم البرکت نے احکام کی گیارہ قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ جن کی تفصیل ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

۱۔ فرض جس فعل کا لزوم ثبوتاً اور دلالۃً قطعی ہو اور اس کا انکار کفر ہو اور اسکا ترک موجب استحقاق عذاب ہو۔ خواہ ترک دائماً ہو یا نادراً۔

۲۔ واجب جس فعل کا لزوم ثبوتاً یا دلالۃً ظنی ہو۔ اس کا انکار کفر نہ ہو۔ لیکن اسکا ترک موجبِ استحقاقِ عذاب ہو خواہ ترک دائماً ہو یا نادراً۔

۳۔ سُنّت مؤکّدہ جس فعل کا تاکّد مواظبت رسول سے ثابت ہو۔ اس کا عادۃً ترک کرنا موجبِ استحقاقِ عذاب ہو اور نادراً ترک کرنا موجب استحقاقِ عتاب خواہ یہ ترک عادۃً ہو یا نادراً۔

۴۔ سُنّت غیر مؤکّدہ جس کام کا ترک کرنا موجبِ استحقاقِ عتاب ہو خواہ ترک کرنا عادۃً ہو نادراً۔

۵۔ مستحب جس کام کے کرنے پر ثواب ہو۔ اور ترک کرنے پر نہ ثواب ہو نہ عتاب خواہ ترک عادۃً ہو یا نادراً

۶- **مباح** | جس کام کا کرنا نہ کرنا برابر ہو۔ نہ فعل پر عتاب نہ ترک پر خواہ ترک عادۃً ہو یا نادراً۔

۷- **حرام** | جس کام سے روکنے کا لزوم ثبوتاً و دلالۃً قطعی ہو۔ اس کا انکار کفر ہو۔ اور اس کا فعل موجبِ استحقاقِ عذاب ہو۔ خواہ فعل دائماً ہو یا نادراً۔

۸- **مکروہ تحریمی** | جس کام سے روکنے کا لزوم ثبوتاً یا دلالۃً ظنی ہو۔ اس کا انکار کفر نہیں۔ لیکن اس کا فعل موجبِ استحقاقِ عذاب ہو۔ خواہ فعل دائماً ہو یا نادراً۔

۹- **اساءت** | جس کام کا عادۃً کرنا موجبِ استحقاقِ عذاب ہو۔ اور نادراً کرنا موجبِ عتاب ہو۔

۱۰- **مکروہ تنزیہی** | جس کام کا کرنا مطلقاً موجبِ استحقاقِ عتاب ہو۔ خواہ عادۃً کیا جائے یا نادراً۔

۱۱- **خلافِ اولیٰ** | جس کام کا نہ کرنا موجبِ استحقاقِ ثواب ہو۔ اور کرنا نہ موجبِ استحقاقِ عذاب ہو نہ عتاب خواہ عادۃً کیا جائے یا نادراً۔

یہ وُہ تقسیم ہے جس کے بارے میں خود اعلیحضرت فرماتے ہیں کہ کہ اس تقریرِ منیر کو حفظ کر لیجئے کہ اِن سطور کے غیر میں نہ ملے گی۔ اور ہزارہا مسائل میں کام دے گی اور صدہا عقدوں کو حل کرے گی۔ کلمات اس کے موافق، مخالف سب طرح کے ملیں گے۔ مگر بحمد اللہ تعالیٰ حق اس سے متجاوز نہیں۔ فقیر طمع رکھتا ہے۔ کہ اگر حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور یہ تقریر عرض کی جاتی۔ ضرور ارشاد فرماتے۔ کہ یہ عطر مذہب و طرازِ مذہب ہے۔ انتہٰی کلام الشریف

(ماخوذ از فتاوی رضویہ صفحہ ۱۸۳ ج اول تا صفحہ ۱۸۵)

اسی طرح تیمم کے بارے میں اعلیٰحضرت نے تین سو گیارہ اور بیان فرمائے۔ جن میں سے ایک سو اکیاسی سے تیمم جائز ہے۔ اور ان ایک ۱۸۱ سو اکیاسی میں سے چوہتر ۷۴ وہ ہیں جنہیں فقہاء متقدمین نے بیان فرمایا۔ اور ایک ۱۰۷ سو سات وہ ہیں۔ جن کو اعلیٰحضرت نے اپنے اجتہاد سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر بیان فرمایا۔ اسی طرح ایک ۱۳۰ سو تیس اشیاء سے تیمم کے عدم جواز کو بیان فرمایا۔ جس میں سے اٹھاون اشیاء فقہاءِ متقدمین نے بیان فرمائی ہیں۔ اور بہتر ۷۲ اشیاء کا عدم جواز اعلیٰحضرت نے اپنے استنباط سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر بیان فرمایا۔ (محصل از فتاویٰ رضویہ صفحہ ۶۹۲ ج ۱ اول تا صفحہ ۷۰۱)

ہم نے یہ دو مثالیں آپ کے سامنے پیش کی ہیں اور وہ بھی انتہائی اختصار اور اجمال کے ساتھ ورنہ فتاویٰ رضویہ کے جہازی سائز کے بارہ ضخیم مجلدات اس قسم کی تحقیقات سے بھرے پڑے ہیں۔ اور جن کا مطالعہ کرنے کے بعد انسان بیساختہ پکار اٹھتا ہے۔ کہ اعلیٰحضرت کے دماغ میں سیّدنا امام اعظم رضی اللہ عنہٗ کی مجتہدانہ ذہانت ہے۔ آنکھوں میں خصاف کی ضیاء ہے۔ عقل ابوبکر رازی کی ہے۔ اور حافظہ قاضی خاں کا معلوم ہوتا ہے۔

فقہائے کے پیمانے سے

فقہاء کی تعریف کے اعتبار سے فقہ کی تعریف اس شخص پر صادق آتی ہے۔ جسے کم از کم تین فرعی مسائل حفظ ہوں۔ خواہ اس کے پیش نظر ان مسائل کے دلائل بھی ہوں یا ان کی بناء صرف اقوال مجتہدین پر ہو۔ اس اعتبار سے اعلیٰحضرت کا فقہ میں بہت اونچا مقام ہے۔ تمام مسائل فرعیۃ مع دلائل شرعیہ آپ کو ہمیشہ مستحضر رہتے تھے۔ چنانچہ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اعلیٰحضرت کی فتویٰ

نویسی املا کی صورت میں ہوتی تھی - تمام سوالات ایک ہی بار پڑھ کر سنا دیئے جاتے اور پھر آپ ان کا نمبر وار جواب لکھواتے -

(ملخص از دیباچہ فتاویٰ رضویہ ج ۳ سوم صعق)

مولوی محمد حسین میرٹھی کہتے ہیں - کہ میں ایک دفعہ اعلیحضرت کی عیادت کو گیا - آپ بسترِ علالت پر لیٹے ہوئے تھے - اس وقت گرداگرد چار لکھنے والے بیٹھے ہوئے تھے - چاروں نے سوالات سنائے - پھر آپ نے چاروں کو بیک وقت جوابِ املاء کرانا شروع کیا - بایں طور کہ ایک جملہ پہلے کے لئے بولتے پھر دوسرے کے لئے پھر تیسرے کے لئے اور پھر چوتھے کے لئے - چاروں اپنا اپنا جواب لکھتے رہتے - جب تک باقی تینوں کو املاء کراتے - پہلا لکھ چکتا - پھر اس سے ابتداء فرماتے - عَلیٰ ھٰذَا القِیَاس چاروں کو بیک وقت جوابات لکھوائے -

(محصلہ دیباچہ فتاویٰ رضویہ ج ۳ سوم صعا)

آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ جو بارہ جلدوں پر مشتمل ہے - بیشمار علمی تحقیقات کا گنجینہ ہے - اس میں بیشمار ایسے فتاویٰ موجود ہیں - جن میں آپ نے مسئلہ کو نہ صرف دلائل سے مبرہن کیا - بلکہ اقوالِ ائمہ سے بھی مزین کیا - مثلاً حرمتِ سجدہ تحیۃ کے ثبوت میں آپ نے متعدد آیات، چالیس احادیث اور ڈیڑھ سو نصوص فقہیہ پیش فرمائی ہیں - حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دافع البلاء کہنے کے جواز پر ایک مستقل رسالہ لکھا - اور اس کو دو بابوں میں منقسم فرمایا - پہلے باب میں آیات اور ساٹھ [۶۰] حدیثیں نقل فرمائیں - اور دوسرے باب میں چوالیس [۴۴] آیتیں اور دو سو اٹھارہ [۲۱۸] حدیثیں ذکر فرمائیں - جوازِ استمداد پر تینتیس [۳۳] حدیثیں اور متعدد اقوال ذکر فرمائے - انوار الانتباہ میں ندائے یا رسول اللہ کے جواز پر احادیث کے علاوہ پینسٹھ [۶۵] اقوال علماء سے استشہاد فرمایا - غرضیکہ اعلیحضرت

فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی جملہ تصنیفات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ فقہ میں ایک عظیم مقام رکھتے تھے۔ اور آپ نے مسائل کا استنباط اور استخراج دلائل شرعیۃ اور اقوال ائمہ سے یکساں طور پر کیا ہے۔

فقہ صوفیا کے آئینہ میں

متصوفین فقہ کی تعریف میں لکھتے ہیں:۔ دنیا سے اعراض کرنا، آخرت کی طرف رغبت کرنا، دین پر بصیرت رکھنا، عبادت پر مداومت کرنا، اور خلق خدا کو وعظ و نصیحت کرنا۔ آئیے اب اس تعریف کے لحاظ سے اعلیحضرت میں عکس فقہ دیکھئے۔

اعراض دنیا اور رغبت آخرت

اعلیحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالےٰ نے جس قدر علم و حکمت سے نوازا تھا۔ اتنا ہی استغناء کی دولت سے بھی مالا مال کیا تھا۔ جس وقت نام نہاد علماء اپنے علم و فضل کو جنس تجارت بنا کر حکام برطانیہ اور ہندو بنیؤں سے نذرانے وصول کر رہے تھے۔ اور اہل ثروت حضرات سے رابطہ قائم کر کے اپنی تصانیف کو کثیر تعداد میں چھپوا کر اپنے مبتدع عقائد کی کی ترویج واشاعت کر رہے تھے۔ اس وقت اعلیحضرت کی حمیت دینی کا یہ عالم تھا کہ حکام برطانیہ اور ہندو بنیئے تو بجائے خود رہے اپنے ہم مسلک اور معتقد نوابوں اور رئیسوں کی مسلسل درخواستوں اور شدید تقاضوں کے باوجود کبھی ان سے ملاقات کے لئے جانا منظور نہیں اور یہی فرمایا۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ نان نہیں

آپ کے استغناء پر عظیم ترین شہادت یہ ہے۔ کہ آپ کی بے شمار علمی تصانیف اور دینی تحقیقات آپ کی حیات مبارکہ میں طبع نہ ہوسکیں۔ حالانکہ بڑے بڑے رئیس آپ کے حلقہ ارادت میں داخل تھے۔ اگر آپ ارکان دولت

کی طرف ذرا بھی توجہ اور التفات فرماتے تو کوئی وجہ ہی نہ تھی کہ آپ کی تمام تصانیف زیور طبع سے آراستہ نہ ہوتیں۔ اسی طرح آپ نے اپنے منصب کے شایان شان کوئی وسیع دار العلوم بھی تعمیر نہیں کیا۔ حالانکہ دوسرے فرقہ والوں نے رئیسوں کے تعاون سے قلعہ نما مدارس بنا لئے۔ کیونکہ اس کام کیلئے نوابوں اور رئیسوں سے ملاقات، ان سے مروت و محبت، ان کی خاطر و مدارات، عزت و تکریم ضروری ہے۔ اور ان لوگوں میں فساق و فجار اور نیک و بد ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ اور اعلیحضرت، عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزاج و فطرت میں اللہ تعالیٰ نے زہد اور استغناء رکھا تھا۔ آپ سے یہ متصور ہی نہ تھا۔ کہ کسی پاک باز دولت مند کی طرف بھی متوجہ ہوتے۔ چہ جائیکہ ہر کس و ناکس کی طرف۔ صرف مال و دولت ہی نہیں۔ دنیا کی ہر چیز سے آپ کو نفرت تھی اور دنیا کی جس شئی سے بھی آپکو تعلق یا علاقہ رہا تو وہ دنیا کی وجہ سے نہ تھا بلکہ دین کے سبب سے تھا چنانچہ آپ خود ایک موقعہ پر بطور تحدیث نعمت کے فرماتے ہیں۔ کہ الحمد للہ کہ میں نے مال من حیث ہو مال سے کبھی محبت نہ رکھی صرف انفاق فی سبیل اللہ کے لئے اس سے محبت ہے۔ اسی طرح اولاد من حیث ہو اولاد سے بھی محبت نہیں صرف اس سبب سے کہ صلہ رحم عمل نیک ہے اس کا سبب اولاد ہے اور یہ میری اختیاری بات نہیں میری طبیعت کا تقاضا ہے (الملفوظ حصہ چہارم ص۹۶)

معلوم ہوا کہ زہد و تقویٰ کو آپ نے اس درجۂ کمال پر پہنچایا۔ کہ وہ آپ کی طبیعت کا مقتضیٰ بن گیا۔ اور جب انسان اپنی طبعی اور جبلی خواہشات کو فنا کر کے انہیں رضائے الٰہی کے سانچے میں ڈھال لیتا ہے۔ تو اُسے فنا فی الذات کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ پس جب رضاءِ الٰہی اعلیحضرت کی طبیعت کا اقتضاء بن گئی تو معلوم ہوا کہ آپ کو فنا فی الذات کا مرتبہ حاصل تھا۔ الحمد للہ علی ذٰلک

دین پر بصیرت

دین عقائد اور اعمال کا نام ہے۔ اور اعلیحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ان دونوں پر مجددانہ بصیرت رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کے زمانے میں جن عقائد و اعمال پر زائغین

اور ہند عین کے زیغ و بدعت کی دھند چھا گئی تھی۔ آپ نے علمِ ربانی اور نور یزدانی کی فیض آفرینیوں اور ضیا پاشیوں سے اس دھند کو زائل کر کے حق کو صیقل کر دیا۔ جس طرح حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے فتنۂ اکبری کے قلع قمع کیلئے چن لیا تھا۔ اسی طرح اعلیحضرت فاضلِ بریلوی کو اللہ تعالیٰ نے فتنۂ نجدیت کے ابطال کے لئے منتخب فرما لیا۔ نجدی بدعات سے جو مسائل دھندلا چکے تھے۔ اعلیحضرت نے ان کی آب و تاب کو زندہ فرمایا، استحالہ کذب باری تعالیٰ سبحانہٗ، ختمِ نبوتِ سید المرسلین، فضائلِ نبوت اور ناموسِ رسالت وغیرہ یہ وہ مسائل ہیں جنہیں مبتدعین اپنی اہواءِ باطلہ کا نشانہ بنا رہے تھے۔ اس طوفانِ بے تمیزی میں اعلیحضرت غیرتِ دینی کی چٹان بن کر ابھرے۔ اور بدعت کی طوفانی لہروں کا منہ پھیر دیا۔

عقائدِ اسلام کے جو ارکان مرجھا چکے تھے۔ ان کے احیا کیلئے آپ نے جو کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اُن میں سے چند یہ ہیں۔

سُبحان السبوح، تمہید ایمان، حسام الحرمین۔ الکوکبۃ الشہابیہ خالص الاعتقاد، انباء المصطفیٰ، تجلی الیقین۔ اور اعمالِ صالحہ کے احیاء کے لئے فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدیں آپ کی مجددانہ بصیرت پر شاہدِ عادل ہیں۔ اعلیحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجددانہ شان کا اندازہ ایک مثال سے کیا جا سکتا ہے۔ کہ استحالہ کذب پر تمام متقدمین علماء نے پانچ دلیلیں ارقام فرمائی ہیں۔ اور اکیلے اعلیحضرت نے اصل مسئلہ پر پچیس دلیلیں قائم فرمائیں۔ چنانچہ سبحان السبوح صفحہ ۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں۔ فقیر غفرلہ اللہ تعالیٰ بتوفیقِ مولیٰ سُبحانہٗ وتعالیٰ ان مختصر سطور میں بلحاظ ایجاز کذب باری عزّ اسمہٗ کے محال صریح اور توہم امکان کے باطل قبیح ہونے پر صرف تیس ۳۰ دلیلیں ذکر کرتا ہے۔ جن میں خمسہ اولیٰ کلمات طیبات، أئمہ کرام، علماءِ عظام علیہم رحمۃ الملک المنعام میں ارشاد و انعام ہوئیں۔ اور باقی پچیس، باری اجل عزّ و جلّ کے فیوض ازل سے عبد اذل کے قلب

پر القا کی گئیں۔ والحمد للہ رب العلمین

یہ صرف ایک مثال ہے ورنہ اعلیحضرت کی تمام تحقیقی مجلدات اس شانِ افادیت سے مالامال ہیں۔ جب آپ کسی مسئلہ پر رضوی جلال سے مدلل تقریر کرتے یوں معلوم ہوتا کہ دلائل و براہین کا ایک نہ تھمنے والا سیلاب ہے۔ جو ہر نقشِ باطل کو مٹاتا چلا جائے گا۔ وَذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ

عبادت پر مواظبت

اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، باوجود علمی، تبلیغی اور تصنیفی مصروفیات کے عبادت میں قدم راسخ رکھتے تھے۔ آپ نہ صرف فرائض و واجبات بلکہ مستحبات و نوافل وظائف و اوراد، ذکر اذکار، بیعت و ارشاد تمام شعبہ ہائے عبادت کو محیط تھے۔ بچپن سے زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت کو اس طرح اختیار فرما لیا تھا۔ کہ تبلیغ و اشاعت کی طرح عبادت و ریاضت بھی آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ چنانچہ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ کے تحت اپنے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "بحمد اللہ مجھے بچپن سے دشمنانِ خدا سے نفرت رہی ہے، نہ صرف مجھے بلکہ میرے بچوں کے بچوں کو بھی ان سے عداوت ہے۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہو گیا۔ اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِہِمُ الْاِیْمَانَ بحمد اللہ اگر قلب کے دو ٹکڑے، کئے جائیں، تو خدا کی قسم ایک ٹکڑے پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لکھا ہوگا۔ اور دوسرے حصہ پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تحریر ہوگا۔ اور بحمد اللہ ہمیشہ ہر بدمذہب پر فتح حاصل ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے روح القدس سے تائید فرمائی۔ اور یہ سب حضرت جدِ امجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برکات ہیں۔ قرآن کریم میں حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ میں ہے۔ کہ ایک مکان میں دو یتیم رہتے تھے۔ اس کی دیوار گرنے والی تھی۔ جس کے نیچے ان کا خزانہ تھا۔ خضر علیہ السلام نے اُس دیوار کو سیدھا کر دیا۔ اس واقعہ کے بارے میں فرمایا وَکَانَ

اَبُوْهُمَا صَالِحًا (ان کا باپ صالح تھا) جس کی برکت سے یہ رحمت کی گئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ وہ باپ اُن کی چودھویں پشت میں تھا۔ صالح باپ کی برکات کا اس طرح ثمرہ مرتب ہوتا ہے۔ یہاں تو ابھی تیسری ہی پشت ہے۔ دیکھیئے کب تک اس سلسلہ میں برکات رہیں۔ اثناء گفتگو میں فرمایا آٹھ دس برس ہوئے۔ رجب کے ماہ میں حضرت والد ماجد سے خواب میں مشرف بہ ملاقات ہوا۔ فرمایا۔ اے احمد رضا اس بار رمضان میں تمہیں بیماری ہوگی۔ روزہ نہ چھوڑنا۔ بحمداللہ جب سے روزے فرض ہوئے۔ کبھی نہ سفر میں نہ مرض میں کسی حالت میں روزے نہیں چھوڑا، اخیر رمضان میں بیمار ہوا اور بہت بیمار ہوا۔ لیکن بحمداللہ روزے نہ چھوڑے"۔ (محصلہ الملفوظ ص۸۷ ج سوم تا ص۸۹)

وعظ و نصیحت

اعلیحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وعظ و ارشاد سے اللہ تعالیٰ نے بے شمار لوگوں کو ہدایت عطا فرمائی۔ کئی گم کردہ راہ آپ کے پند و نصائح سے صراط مستقیم اور جادۂ استقامت پر آگئے۔ عقائد و اعمال ہر باب میں آپ نے خلق کی ہدائیت فرمائی۔ ہم آپ کے سامنے صرف ایک مجلس کی تبلیغ کا اثر پیش کر رہے ہیں۔ صرف اسی سے آپ کی ساری عمر کے مواعظ و نصائح کی تاثیرات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

۲۸ رجب ۱۳۳۷ھ بروز جمعہ بوقتِ عصر آپ لوگوں کو بد مذہبوں کی صحبت سے احتراز کرنے پر وعظ فرما رہے تھے۔ اور آپ کے ارشادات سن کر کتنے ہی آدمی اپنے افعالِ بد پر لعنت ملامت کر رہے تھے۔ اور کبھی کسی گوشہ سے توبہ و استغفار کی بھی آواز آجاتی تھی۔ اس وقت کسی صاحب نے اُٹھ کر اپنے جلیس سے کہا کہ آپ کو بد مذہبوں کی صحبت میں اکثر دیکھا گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت خوش قسمتی سے تشریف فرما ہیں، مناسب ہے توبہ کر لیجئے۔ یہ سنتے ہی وہ قدموں پر آگرے۔ اور صدق دل سے تائب ہوئے۔

اس پہ ارشاد فرمایا بھائیو! یہ نزولِ رحمت کا وقت ہے۔ سب حضرات اپنے اپنے گناہوں سے توبہ کریں۔ جن کے گناہ خفیہ ہوں وہ خفیہ اور جن کے اعلانیہ ہوں وہ علانیہ، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو استقامت باکرامت عطا فرمائے۔ جو لوگ ڈاڑھی منڈواتے ہوں یا کترواتے ہوں یا ڈاڑھی چڑھاتے ہوں یا اس پر خضاب سیاہ لگاتے ہوں۔ اور جو لوگ اس قسم کے دوسرے اعلانیہ گناہ کرتے ہوں، انہیں اعلانیہ توبہ کرنی چاہیئے اور جنہوں نے پوشیدہ گناہ کئے ہوں، وہ اس کی پوشیدہ توبہ کریں۔ نجانے اعلیحضرت کے ان چند فقرات میں خدا نے کیا تاثیر رکھی تھی۔ کہ تمام لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ اور ایک کہرام سا مچ گیا۔ لوگ آنسوؤں کی بارش سے اپنے گناہ کی سیاہی کو دھو رہے تھے۔ اور بے تابانہ اعلیحضرت کے قدموں پر گر گر کر اپنے ظاہری باطنی گناہوں سے توبہ کر رہے تھے۔ اور اعلیحضرت خود بھی گریہ و زاری سے بے حال ان لوگوں کیلئے دعائے مغفرت فرما رہے تھے۔ بعد میں اعداد و شمار سے معلوم ہوا کہ اس دن اٹھائیس ۲۸ لوگوں نے اپنے ظاہری گناہوں سے توبہ کی۔ اور اکہتر ۷۱ آدمیوں نے اپنے باطنی گناہوں سے توبہ کی (ملخصاً الملفوظ جزء دوم ص ۱۳۱ تا ص ۱۳۶)

بحمد اللہ اس تقریر سے واضح ہو گیا۔ کہ اعلیحضرت میں اعراض دنیا، رغبتِ آخرت، دینی بصیرت، عبادت پر مواظبت اور رشد و ہدایت تمام اوصاف بدرجہ اتم موجود تھے۔ اور انہیں اوصاف کے حامل شخص کو صوفیاء کی اصطلاح میں فقیہ کہتے ہیں۔ اور ان اوصاف کے کمال سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اعلیحضرت کو اصطلاحِ تصوف کے اعتبار سے بھی فقہ میں بہت اونچا مقام حاصل تھا۔ خلاصہ یہ کہ فقہ کی تین تعریفیں ہیں۔ اور اعلیحضرت تینوں اعتبار سے فقہ میں فائق مقام رکھتے ہیں۔ حفظِ مسائل کے علیٰ وجہ الکمال حامل ہیں۔ علم و عمل اور زہد و تقویٰ کے بہترین جامع ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ اہلِ علم نے کسی معنی کے اعتبار سے فقہ کا اطلاق نہیں کیا۔ مگر اعلیحضرت میں وہ معنی متحقق ہے۔ ولِلّٰہِ الحمد علیٰ ذالک

طبقات فقہاء

فقہ کی تعریف کے بعد اب ہم آپ کے سامنے طبقات فقہاء پیش کرتے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے اعلیٰحضرت کے فقہی مقام پر مزید روشنی پڑے گی۔

۱۔ مجتہد فی الشرع یہ وہ لوگ ہیں۔ جو قواعد و اصول مقرر فرماتے ہیں۔ اور احکام فرعیہ کو اصول اربعہ سے مستنبط کرتے ہیں۔ اور اصول و فروع میں کسی کے تابع نہیں ہوتے۔ جیسے آئمہ اربعہ ہیں۔

۲۔ مجتہدین فی المذہب یہ صرف اصول میں امام کے تابع ہوتے ہیں۔ اور ادلہ اربعہ سے فروع کے استخراج پر قدرت رکھتے ہیں۔ اور مسائل فرعیہ میں بعض جگہ امام کی مخالفت بھی کرتے ہیں۔ جیسے اصحاب[1] ابی حنیفہ وغیرہم

۳۔ مجتہدین فی المسائل یہ اصول و فروع میں امام کے تابع ہوتے ہیں۔ اور جن مسائل میں امام سے کوئی روایت نہیں ہوتی۔ ان میں امام کے اصول کے مطابق استخراج کرتے ہیں۔

۴۔ اصحاب تخریج انہیں اجتہاد پر بالکل قدرت نہیں ہوتی۔ لیکن اصول اور اسکے ماخذ پر مکمل عبور ہوتا ہے۔ اس لئے یہ قول مجمل کی تفصیل پر قدرت رکھتے ہیں۔ جیسے ابوبکر رازی، جصاص، اور کرخی وغیرہم (رحمہم اللہ تعالیٰ)

۵۔ اصحاب ترجیح یہ بعض روائیتوں کو دوسری بعض روائیتوں پر ترجیح دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ جیسے ابوالحسن قدوری، اور صاحبِ ہدایہ (رحمہما اللہ تعالیٰ)

---

[1] اصحابِ ابی حنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے مراد امام ابویوسف، امام محمد اور امام زفر وغیرہ ہیں (رحمہم اللہ)

۶۔ ممیزین یہ وہ لوگ ہیں جو روایات میں سے صحیح۔ اصح قوی، ضعیف اور ظواہر و نوادر وغیرہ پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ اور ان میں روایات کو باہم متمیز کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ جیسے صاحبِ کنز اور صاحبِ وقایہ وغیرہما

۷۔ محض مقلدین یعنی وہ لوگ جنہیں امورِ مذکورہ میں سے کسی پر قدرت نہیں ہوتی۔

(ماخوذ از عقد رسم المفتی للشامی صفحہ تا صفحہ ۵)

طبقاتِ فقہاء کی روشنی میں اعلیحضرت رح

اعلیحضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں پہلے چھ طبقوں میں سے ہر طبقہ کی بہت سی خصوصیات پائی جاتی ہیں بنظرِ غائر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اعلیحضرت میں مجتہدین فی المسائل کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ آپ کے زمانہ میں جو ایسے نئے مسائل پیدا ہوئے۔ جن پر امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کوئی روائیت موجود نہ تھی۔ آپ نے اصول و فروع میں اتباعِ امام اعظم رض کے ساتھ ان تمام مسائل کا استخراج کیا، فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدوں میں اُس کی بکثرت امثلہ موجود ہیں۔

اعلیحضرت کی فقہی تحقیقات

فقہ کی تعریف اور طبقات فقہاء بیان کرنے کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اعلیحضرت کی فقہی تحقیقات کی چند مثالیں پیش کی جائیں۔ جن سے اعلیحضرت فاضلِ بریلوی کے فقہی مقام کی ایک جھلک سامنے آجائے۔ آپ کی فقہی تحقیقات مختلف انواع پر منقسم ہیں۔ بعض مسائل میں انہوں نے فقہاءِ متقدمین کی عبارتوں میں اضطراب کو رفع کر کے تطبیق بین الاقوال فرمائی ہے۔ بعض مواقع پر

جو گوشے متقدمین کی نظر سے مخفی رہ گئے ہیں - انہیں اجاگر کر کے حق کو آشکارا کیا ہے - معاصر فقہاء میں جن حضرات نے فقہی مسائل میں لغزشیں کھائیں ہیں اُن پر اَن گنت وجوہ سے متنبہ کیا ہے - ان کے علاوہ اور بھی بیشمار (عنوان) ہیں - جن کی وقت اجازت نہیں دیتا - فی الحال ہم زیرِ نظر تین عنوانوں پر گفتگو کرتے ہیں -

تطبیق بین الاقوال

وضو میں بلا سبب پانی خرچ کرنے کے بارے میں فقہاء متقدمین کی عبارتوں میں زبردست اختلاف اور اضطراب پایا جاتا ہے - چنانچہ علامہ حلبی نے غنیہ میں اور علامہ طحطاوی نے شرح درِّ مختار میں بلا سبب پانی خرچ کرنے کو حرام قرار دیا - مدقق علائی نے در مختار میں مکروہ تحریمی بتایا - بحرالرائق نے اس کو مکروہ تنزیہی قرار دیا - محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں خلافِ اولیٰ ہونے پر جزم کیا - غرضیکہ اسراف فی الوضوء کے بارے میں فقہاء کے چار قول ہیں - حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ - اور بظاہر یہ چاروں متضاد اقوال ہیں، اعلیحضرت نے کمال تحقیق سے ان چاروں اقوال کے علیحدہ علیحدہ محمل بیان کئے - جس کا خلاصہ یہ ہے - کہ

——— حرام :- وضو میں سُنت سمجھ کر بلا ضرورت پانی خرچ کیا جائے -

——— مکروہ تحریمی :- بلا اعتقادِ سُنیت و بلا ضرورت وضو میں پانی اس طرح خرچ کرے کہ وہ پانی ضائع ہو -

——— مکروہ تنزیہی :- نہ تو سنیت کا عقیدہ ہو نہ پانی ضائع کرنے کا ارادہ - لیکن عادۃً بلا ضرورت پانی خرچ کرتا ہو -

——— خلافِ اولیٰ :- نہ اعتقادِ سنیت ہو نہ اضاعت ہو نہ بلا ضرورت خرچ کی عادت ہو بلکہ نادراً بلا ضرورت پانی خرچ کرے -

اسس تحقیق کے بعد مزید اضافہ کے طور پر فرمایا کہ اگر ان چاروں وجہ کے علاوہ کسی غرض صحیح سے وضوء میں تین تین دفعہ سے زیادہ پانی خرچ کیا، تو وہ بلاشبہ جائز اور صحیح ہے - اور اس کی چار صورتیں بیان فرمائیں۔

۱- بدن سے گندگی اور میل کا ازالہ اور تنظیف کی خاطر تین مرتبہ سے زیادہ دھویا جائے۔

۲- شدت گرمی سے بچنے اور بدن کو ٹھنڈک پہنچانے کی غرض سے تین بار میں زیادتی کی جائے۔

۳- دو یا تین بار میں شک پڑ جائے تو ازالہ ریب کی خاطر مقدار اقل پر بناء کرکے ایک بار اور دھوئے۔

۴- وضو نوُرٌ علیٰ نوُر کے قصد سے تین مرتبہ سے زیادہ دھوئے۔

الغرض تطہیر کے قصد سے اگر تین مرتبہ دھونے پر زیادتی کرے تو اس کی چار صورتیں ہیں - اور وہ: حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ کا حکم رکھتی ہیں - اور ان صورتوں کے بغیر اگر غرض صحیح سے بمطابق مؤخر الذکر چار صورتوں کے زیادتی کی جائے - تو بلا کراہت جائز اور بلا ریب صحیح ہے۔

(محصلہ فتاویٰ رضویہ ج اول ص ۱۶۶ تا ص ۲۰۶)

سید طحطاوی اور اعلیحضرت

فقہاءِ کرام کا ضابطہ ہے کہ جو چیز بیماری کے سبب جسم سے خارج ہو- اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے - چنانچہ دُرِّ مختار میں ہے۔۔

وکذا کل ما یخرج من وجع ولو من اذن او ثدی او سرۃ	نواقضِ وضوء میں سے ہر وہ شئ ہے - کسی بیماری کے سبب سے خارج ہو- اگرچہ کان، پستان یا ناف سے ہی خارج ہو-

اس قاعدہ پر علامہ سید طحطاوی نے یہ مسئلہ متفرع کیا۔ کہ زکام سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ زکام میں بیماری کے سبب پانی ناک سے خارج ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ در مختار کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔

ظاھرہ یعم الانف اذا زکم | اس عبارت کا ظاہر ناک کو بھی شامل ہے۔ جب کہ زکام ہو جائے

اعلیحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ زکام سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ اور سید احمد طحطاوی پر یہ بات مخفی رہ گئی۔ کہ فقہاء کا مذکورہ قاعدہ مطلقاً نہیں ہے۔ بلکہ اس صورت میں ہے۔ کہ جب بیماری کے سبب سے جو چیز بدن سے خارج ہوئی اس میں خون یا پیپ کی آمیزش کا شائبہ ہو۔ چنانچہ منیہ، غنیہ، حلیہ، تحفہ، کافی، بحرالرائق، تبیین الحقائق، خلاصہ وجیز، فتح القدیر، وغیرہا کتب فقہ میں اس تقیید پر تصریح موجود ہے۔ قاعدہ مذکورہ کی وضاحت کے علاوہ، اعلیحضرت نے زکام سے وضوء نہ ٹوٹنے پر دو مستقل دلیلیں ارقام فرمائیں۔ ہم ان کی تلخیص ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

۱۔ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے۔ کہ بلغمی رطوبات خواہ دماغ سے نازل ہوں یا پیٹ سے صاعد ہوں، طاہر ہیں۔ ان کا خروج ناقضِ وضوء نہیں ہے۔ اور زکام میں ناک کے راستے سے بلغمی رطوبات کا اخراج ہوتا ہے پس اُن کا خروج نقضِ وضوء کا سبب نہیں ہے۔

۲۔ فقہاءِ کرام کا قاعدہ ہے۔ کہ نجاست کا خروج موجبِ حدث ہے۔ اور جو نجس بالخروج نہ ہو۔ وہ حدث نہیں ہے۔ اور زکام کی رطوبات چونکہ نجس بالخروج نہیں ہیں۔ اس لئے وہ موجبِ حدث نہیں ہیں۔

(خلاصہ فتاویٰ رضویہ جلد اول صفحہ ۲۴، صفحہ ۴۰)

علّامہ شامی اور اعلیحضرت

رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارک میں اذان دی ہے یا کہ نہیں، بعض علماء نے کہا کہ آپ نے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی تھی۔ کیونکہ امام ترمذی کی روائیت سے اسی طرح ثابت ہے اور بعض علماء نے اس استدلال کو ردّ کر دیا۔ کیونکہ طریقِ ترمذی سے امام احمد نے روایت کیا کہ حضور نے حضرت بلال کو اذان کا حکم دیا تھا۔ پس روائیت ترمذی میں حضور کی طرف اذان کا اسناد الی السبب کے قبیل سے ہے۔ لہٰذا آپ کا اذان دینا ثابت نہ ہوا۔ چنانچہ علامہ شامی ردّالمحتار ج ۱ ص ۲۶۲ پر فرماتے ہیں۔

دمما یکثر السؤال عنہ ھل	عام طور پر لوگ پوچھتے ہیں کہ
باشر النبی صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
الاذان بنفسہ وقد اخرج	خود اذان دی ہے یا نہیں۔ اور امام
الترمذی انہ علیہ السلام	ترمذی نے روائیت کی ہے کہ حضور
اذّن فی سفر وصلی باصحابہ	صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر
وجزم بہ النووی ولکن وجد	میں اذان دی تھی۔ اور اس پر امام
فی مسند احمد من ھذا الوجہ	نووی نے اعتماد کیا۔ لیکن امام احمد
فامر بلالاً فاذّن فعلم ان فی	نے اسی طریق سے روائیت کیا۔ کہ
روایۃ الترمذی اختصاراً	حضور نے حضرت بلال کو اذان دینے
وان معنی قولہ اذّن امر	کا امر فرمایا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ روائیت
بلالاً	سابقہ کا بھی یہی محمل ہے۔

اس مقام پر علامہ شامی نے ملّا علی قاری اور دوسرے علماء کی طرح اس پر جزم کیا کہ حضور نے اذان نہیں دی۔ اور ترمذی کی روائیت میں اسناد مجازی ہے۔ لیکن اعلیحضرت کی تحقیق یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ایک مرتبہ اذان دی ہے۔ اور اسکو اسناد مجازی پر محمول نہیں کیا جا سکتا

----- کیونکہ تحفہ امام ابن حجر مکی میں ہے۔ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی، اور اُذان کے تشہد میں فرمایا کہ اَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ (میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں) اور یہ نص مفسر ہے کہ جو کسی تاویل کی گنجائش نہیں رکھتی۔ کیونکہ اگر آپ نے اذان خود نہ فرمائی ہوتی تو اشہد انی رسول اللہ کے بجائے اشہد ان محمداً رسول اللہ کے الفاظ وارد ہوتے۔ اور علامہ شامی نے خود صفحہ ۲۶۱ ج ۱ پر تحفہ کی اس روائیت کو ذکر کرکے اسکی صحت کو بیان کیا ہے۔

فتاویٰ رضویہ صفحہ ۳۴۴ ج دوم مع توضیح)

● مولوی عبدالحی لکھنوی اور اعلیحضرت

علماء احناف کے نزدیک

سود کے تحقق کے لئے اتحاد قدر و جنس شرط ہے۔ یعنی دو چیزیں جب پیمانہ یا وزن میں برابر ہوں، اور ان کی جنس ایک ہو، تو ان میں تفاضل حرام ہے اور جو چیزیں مکیل موزون کے قبیل سے نہ ہوں بلکہ عددی ہوں مثلاً انڈے یا پیسے تو ان میں تفاضل جائز ہے۔ کیونکہ ان میں سود کی علت یعنی قدر مذکور متحقق نہیں ہے۔ بناء بریں نوٹ بھی چونکہ فلوس (پیسوں) کی طرح عددی ہے۔ لہذا اس میں بھی تفاضل جائز قرار پایا۔ مولانا عبدالحی لکھنوی اس اصول سے تو متفق ہیں۔ کہ عددی چیزوں میں سود نہیں ہوتا۔ چنانچہ فلوس (پیسوں) میں وہ بھی کہتے ہیں کہ تفاضل جائز ہے۔ لیکن نوٹ میں ان کا اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ نوٹ میں تفاضل حرام ہے۔ اور سود خالص ہے۔ چنانچہ انہوں نے نوٹ میں سود کے تحقق پر ایک فتویٰ تحریر کیا۔ اعلیحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب یہ فتوےٰ آیا تو آپ نے اس فتوے کو ایک سَو بیس (۱۲۰) وجوہ سے رد کر دیا۔ ہم آپ کے سامنے مولوی عبدالحی کا فتویٰ اور اس پر اعلیحضرت کے ایک سَو بیس (۱۲۰) وجوہ ابطال میں سے چند وجوہ پیش کرتے ہیں جس کے

مطالعہ سے اعلیٰحضرت کا فقہی تدبر اور وسعتِ نظر قارئین کے سامنے آجائیگی

فتویٰ ۱

(ھوالمصوب)

" نوٹ ہرچند کہ خلقۃً ثمن نہیں، مگر عرفاً حکمِ ثمن میں ہے بلکہ عین ثمن سمجھا جاتا ہے۔ اسوجہ سے کہ اگر نوٹ سو روپیہ کا کوئی ہلاک کردے تو اصل مالک سو روپیہ تاوان لیتا ہے۔ اور سو روپے کا نوٹ جب بیچا جاتا ہے۔ تو مقصود اس سے قیمت ملنا اُس کاغذ کی نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے۔ کہ وہ کاغذ دو پیسے کا بھی نہیں ہے۔ بلکہ مقصود سو روپے کا بیچنا اور اس کی قیمت لینا ہوتا ہے۔ اور نوٹ سو روپیہ کا اگر کوئی شخص قرض لے۔ تو بوقتِ ادا خواہ نوٹ سو روپے کا دیوے، یا سو روپے دیوے۔ دونوں امر مساوی سمجھے جاتے ہیں۔ اور دائن کو کسی کے لینے میں مدیون سے عار نہیں ہوتا۔ حالانکہ اگر مدیون غیر جنس بوقتِ ادا دیوے تو دائن نہیں لیتا۔ بخلاف پیسوں کے کہ وہ بھی اگرچہ عرفاً ثمن ہیں مگر یہ کیفیت ان کی نہیں ہے۔ اگر ایک روپے کے عوض میں کوئی چیز خریدے۔ یا ایک روپیہ کسی سے قرض لے۔ اور وقت ادا پیسے ایک روپے کے دیوے۔ تو دائن اور فروخت کنندہ کو اختیار رہتا ہے کہ وہ لے یا نہ لے۔ اور حاکم کی طرف سے اس پر جبر نہیں ہوسکتا کہ خواہ مخواہ وُہ پیسے لے لے۔ پس پیسے اگرچہ عرفاً ثمن خلقی نہیں سمجھے گئے ہیں۔ بخلاف نوٹ کے کہ یہ عین ثمن خلقی ہے۔ گو عینیت خلقیہ نہیں۔ بلکہ عینیت عرفیہ ہے۔ پس تفاضل بیع فلوس میں جائز ہونے سے یہ نہیں لازم، کہ نوٹ میں بھی جائز ہو جائے کیونکہ پیسے غیر جنس ثمن ہیں۔ حقیقۃً بھی اور عرفاً بھی۔ گو بوجہ اصطلاح اور عرف کے اُس میں صفت ثمنیت آگئی ہو۔ پس ہرگاہ نوٹ عرفاً جمیع احکام میں ثمن خلقی سمجھا گیا، باب تفاضل میں اسی بناء پر حکم دیا جائیگا اور تفاضل اس میں حرام ہوگا"

۱ فتاویٰ عبدالحی جلد دوم فتویٰ ۲۶)

علامہ عبدالحیؒ کی دلیل کا ماحصل یہ ہے۔ کہ ثمن خلقی یعنی سونا چاندی میں بوجہ موزون ہونے کے تفاضل حرام ہے۔ اور نوٹ بھی ثمن خلقی یا اس کے حکم میں ہیں۔ اسوجہ اس میں بھی تفاضل حرام ہے۔ نوٹ کے ثمن خلقی (سونا چاندی) ہونے پر انہوں نے یہ دلیل دی کہ سو کا نوٹ ہلاک کر دینے پر سو چاندی کے روپے دینے پڑتے ہیں۔ پس معلوم ہوا۔ کہ نوٹ ثمن خلقی یعنی عین چاندی ہے۔ نیز انہوں نے کہا۔ کہ پیسے ثمن عرفی ہیں۔ ان میں تفاضل جائز ہے۔ اور پیسوں کے ثمن عرفی ہونے پر یہ دلیل دی کہ کوئی شخص کسی کو ایک چاندی کا روپیہ ادھار دیتا ہے۔ تو ادائیگی کے وقت اگر اسے ایک روپیہ کے بجائے، ایک روپیہ کے پیسے دیئے جائیں تو وہ اس امر کا مجاز ہے کہ وہ اپنے روپوں کے بجائے ان پیسوں کو قبول نہ کرے۔

مولانا عبدالحی صاحب کی دلیل کا رکن اول یہ ہے کہ نوٹ ثمن خلقی (سونا، چاندی) یا اس کے حکم میں ہے۔ بہرحال نوٹ کا بعینہٖ سونا چاندی ہونا تو بداھۃً باطل ہے۔ کیونکہ نوٹ اور سونا چاندی دونوں میں ذاتیات اور عوارض کے اعتبار سے تباین ہے۔ رہا اس کے حکم میں ہونا تو اس پر اعلیحضرت نے کثیر وجوہ سے کلام کیا۔ ازاں جملہ یہ ہے۔ کہ نوٹ کے لئے سونے چاندی کے جمیع احکام ثابت ہیں۔ یا فی الجملہ مثلاً تمول وغیرہ اگر جمیع احکام مراد ہوں، تو قطعاً باطل ہے۔ کیونکہ سونے چاندی کے زیورات برتن اور لباس ہائے فاخرہ وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ اور نوٹ کا نہ کوئی لباس بنتا ہے، نہ زیور، نہ برتن اور اگر بعض احکام کے اعتبار سے یہ سونے چاندی کے حکم میں ہے، کہ جس طرح سونا چاندی مال و دولت ہے۔ اسی طرح نوٹ بھی مال و دولت ہے۔ تو یہ حکم پیسوں میں بھی مشترک ہے۔ کیونکہ پیسے بھی مال و دولت ہیں۔ پھر نوٹ میں تفاضل کا حرام ہونا۔ اور پیسوں میں جائز ہونا یہ ترجیح بلا مرجح ہے۔ دلیل کا رکن ثانی یہ ہے۔ کہ اگر کوئی شخص کسی کا سو روپیہ کا نوٹ پھاڑ دے تو اُسے

سو روپے (چاندی کے) دینے پڑیں گے، معلوم ہوا کہ نوٹ بعینہٖ ثمن خلقی یعنی چاندی ہے (" یہ اس وقت کی بات ہے جب چاندی کا روپیہ ڈھلتا تھا، اب تو اس دلیل کا بطلان اور واضح ہوگیا ہے " از سعیدی)

پس معلوم ہوا کہ نوٹ چاندی کا عین ہے ۔ کیونکہ وہ تاوان میں نوٹ کے عوض چاندی کے روپیہ لے رہا ہے ۔ الجواب اس طرح تو کوئی شخص کہہ سکتا ہے ۔ کہ نوٹ گھوڑے کا بھی عین ہے ۔ کیونکہ اگر کوئی کسی کا سو روپیہ کا گھوڑا ہلاک کر دے، تو مالک تاوان میں اس سے سو کا نوٹ لے گا ۔ معلوم ہوا کہ نوٹ گھوڑے کا عین ہے کیونکہ وہ تاوان میں گھوڑے کے عوض نوٹ لے رہا ہے ۔، ثانیاً یہ اصول ہی غلط ہے ۔ کہ سو کا نوٹ ضائع کر دینے پر سو (چاندی کے روپے) دینے واجب ہوں گے ۔ کیونکہ جائز ہے کہ وہ اسے تاوان کی صورت میں سو کا دوسرا نوٹ ہی دے دے ۔ یا ایک ایک کے سو نوٹ دے یا اٹھنی، چونی اور پیسوں کی شکل میں اسے سو روپیہ پورے کر دے ۔

دلیل کا رکن ثالث یہ ہے کہ پیسے ثمن عرفی ہیں ۔ کیونکہ اگر کوئی شخص کسی کو ایک روپیہ ادھار دے تو اسے حق ہے کہ وہ اس کے بدلے میں ایک روپے کے پیسے قبول نہ کرے ۔

الجواب ، مولوی عبدالحی صاحب کی خیالی دنیا میں ممکن ہے یہ رواج ہو ۔ ورنہ واقع اور نفس الامر میں ایسا کوئی قانون رائج نہیں ہے ۔ ایک روپیہ اور سونے پیسے کی مالیت میں فرق کرنا نہ صرف یہ کہ بداہۃً باطل ہے بلکہ انتہائی فتاویٰ مذکور میں مولانا عبدالحی صاحب کو ایک اور شبہ لاحق ہوا ہے ۔ کہ اگر نوٹ میں تفاضل جائز رکھا جائے ۔ تو لوگ سود کے کاروبار کے لئے نوٹ میں تفاضل کے جواز کو حیلہ بنا لیں گے ۔ اور نوٹ کے حیلہ سے سود کھانا، شروع کر دیں گے ۔

الجواب ۔ یہ شبہ مشترک ہے۔ کیونکہ پیسوں میں تفاضل کے جواز کو آپ بھی مانتے ہیں۔ پس جنہیں سود کھانا ہوگا۔ وہ پیسوں کے حیلے سے سود کھانا شروع کر دیں گے۔ (ماخوذ از کفل الفقیہ ص۱۳۲ تا ص۱۶۵)

جناب مولوی عبدالحی لکھنوی کے زیرِ نظر فتوےٰ پر اعلیحضرت نے ایک سو[120] بیس وجوہ سے گرفت کی ہے۔ ہم نے ان میں سے کل پانچ[5] وجوہ پیش کی ہیں۔ تفصیل کے لئے اصل کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔ ہم نے یہاں پر اس کی ایک جھلک دکھلائی ہے۔ جس سے آپ کی فقہی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمام معاصرین پر آپ کی زبردست ہیبت طاری تھی۔ کیونکہ اس رسالہ کی اسی وقت طباعت ہو گئی تھی۔ اور آج تک کوئی اس کا جواب نہ دے سکا۔

مولوی رشید احمد گنگوہی اور اعلیحضرت

مولوی رشید احمد گنگوہی کی تحقیق یہ ہے۔ کہ نوٹ اس سونے چاندی کی رسید ہے۔ جو حکومت کے پاس محفوظ ہے اور یہ نوٹ سونا چاندی بھی ہے۔ نیز نوٹ پر زکوٰۃ واجب ہے۔ کیونکہ یہ مبیع نہیں ہے۔ اپنی اس تحقیق کو گنگوہی صاحب نے ایک فتوےٰ میں بیان کیا ہے۔ اعلیحضرت نے ان کی اصل تحقیق کا بیس[20] وجوہ سے رد کیا ہے۔ ہم قارئین کی ضیافتِ طبع کے لئے مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتوےٰ اور اس پر اعلیحضرت کے کلام کا کچھ حصہ پیش کرتے ہیں۔ مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب لکھتے ہیں۔

نوٹ وثیقہ اس روپے کا ہے۔ جو خزانہ حاکم میں داخل کیا گیا ہے۔ مثل تمسک کے۔ اس واسطے نوٹ میں نقصان آجاوے۔ تو سرکار سے بدلا سکتے ہیں۔ اور اگر گم ہو جاوے بشرطِ ثبوت اس کا بدل لے سکتے ہیں۔ اگر نوٹ مبیع ہوتا۔ تو ہرگز مبادلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ دنیا میں کوئی مبیع بھی ایسا ہے کہ بعد قبض مشتری کے نقصان یا فنا ہو جاوے تو بائع سے بدل لے سکیں

پس اس تقریر سے آپکو واضح ہو جائے گا۔ کہ نوٹ مثل فلوس کے نہیں ہے۔ فلوس مبیع ہے۔ اور نوٹ نقدین۔ اُن میں زکوٰۃ نہیں، اگر بہ نیت تجارت نہ ہوں اور نوٹ تمسک ہے۔ اوس پر زکوٰۃ ہوگی، اکثر لوگوں کو شبہ ہو رہا ہے۔ کہ نوٹ کو مبیع سمجھ کر زکوٰۃ نہیں دیتے، کاغذ کو مبیع سمجھ رہے ہیں۔ یہ غلطی ہے۔ فقط

بندہ رشید احمد گنگوہی (فتاوٰی رشیدیہ ص ۱۴۹ ج ۲)

اعلیٰحضرت نے جو اس فتوے پر کلام کیا ہے۔ اسکا ملخص یہ ہے۔

اولاً نوٹ کو رسید قرار دینا بداہۃً باطل ہے۔ کیونکہ رسید کسی معین، شخص یا ادارہ کیطرف سے کسی معین شخص یا ادارے کیلئے ہوتی ہے مثلاً زید نے مال کی رسید دی ہے۔ تو اب اس رسید کی رو سے صرف زید مال دینے کا ذمہ دار ہے، ناکہ ہر کس و ناکس جس کو بھی رسید دی جائے وہ اس رسید پر مال ادا کر دے۔ بخلاف نوٹ کے۔ کہ ہر ملک، ہر شہر، ہر قصبہ و دیہات میں اس کے عوض اسکی مالیت کے مطابق رائج سکہ مل جائے گا۔ جس طرح مال کی ہر جگہ قیمت لگتی ہے۔ اسی طرح نوٹ کی ہر جگہ قیمت لگتی ہے۔ معلوم ہوا کہ نوٹ مال کی رسید نہیں۔ بلکہ خود مال متقوم ہے۔ بیچا اور خریدا جاتا ہے۔

ثانیاً۔ یہ فتوے خود متناقض لنفسہٖ ہے۔ کیونکہ پہلے کہا۔ کہ یہ نقدین (سونا چاندی) کی رسید ہے۔ چند سطر بعد کہا۔ کہ یہ خود نقدین ہے (ہم نے ان متضاد عبارتوں پر خط کھینچ دیا ہے۔ سعیدی)

ثالثاً۔ نوٹ کو تمسک قرار دیا اور اس پر زکوٰۃ بھی لازم کر دی۔ حالانکہ زکوٰۃ مال پر ہوتی ہے۔ اور تمسک مال نہیں ہے۔

رابعاً۔ نوٹ کے مبیع نہ ہونے پر زکوٰۃ کی بناء کی ہے۔ گویا مبیع پہ زکوٰۃ نہیں ہوتی؟ فلہٰذا وہ تمام تجار جن کے پاس لاکھوں روپے کا بکاؤ

مال ہوتا ہے۔ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہو گئے۔

خامساً۔ کاغذ کو مبیع ہونے کے منافی قرار دیا۔ کیا کاغذ کی دنیا میں خرید و فروخت نہیں ہوتی۔ یا مولوی صاحب کے گاؤں میں ابھی تک یہ خبر نہیں پہنچی کہ کاغذ بھی بکتا ہے۔ (ماخوذ از کفل الفقیہ صہ ۱۲۳ تا صہ ۱۳۳)

مولوی اشرف علی تھانوی اور اعلیحضرت

اشرف علی تھانوی صاحب سے کسی نے پوچھا۔ کہ جس طرح اذان میں نام مقدس پر انگوٹھے چومے جاتے ہیں۔ کیا اس طرح اقامت میں بھی نام اقدس پر انگوٹھے چومنا جائز ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اقامت تو بجائے خود اذان میں بھی انگوٹھے چومنا جائز نہیں۔ اعلیحضرت نے اس جواب کو تیس سے زائد وجوہ سے رد کیا۔ ہم ذیل میں تھانوی صاحب کا فتویٰ اور اس پر اعلیحضرت کے تعاقب کی ایک جھلک پیش کرتے ہیں۔

فتویٰ اوّل تو اذان ہی میں انگوٹھے چومنا کسی معتبر روائیت سے ثابت نہیں۔ اور جو کچھ بعض لوگوں نے اس بارے میں روائیت کیا ہے۔ وہ محققین کے نزدیک ثابت نہیں۔ چنانچہ شامی بعد نقل اس عبارت کے لکھتے ہیں۔ و ذکر ذلک الجراحی و اطال ثم قال و لم یصح فی المرفوع من کل ھذا شیئ انتہیٰ (شامی جلد اول ۲۶۷) مگر اقامت میں تو کوئی ٹوٹی پھوٹی روائیت بھی موجود نہیں۔ پس اقامت میں انگوٹھے چومنا اذان کے وقت سے بھی زیادہ بدعت و بے اصل ہے۔ اسی واسطے فقہاء نے اس کا بالکل انکار کیا ہے۔ یہ عبارت شامی کی ہے۔ و نقل بعضھم ان القھستانی حاشیہ نسخۃ ان ھذا مختص بالاذان و اما فی الاقامۃ فلم یوجد بعد الاستقصاء التام صہ ۲۶۷ ج ۱ (فتاویٰ امدادیہ صہ ۵۷ ج ۴)

اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تعاقب ملاحظہ فرمائیے۔

تقبیل ابہامین حدیث موقوف سے ثابت ہے۔ اور اس باب میں

کوئی صحیح مرفوع حدیث وارد نہیں - اور جب تقبیلِ ابہامین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے - تو یہ عمل کے لئے کافی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خلفاءِ راشدین کی اطاعت کو لازم قرار دیا ہے -

۲ - صحیح حدیث کی نفی سے معتبر حدیث کی نفی سمجھ لینا، جیسا کہ تھانوی صاحب نے اس فتوی میں کہا کہ تقبیل فی الاذان کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں ہے - فنِ حدیث سے جہالت پر مبنی ہے - کتبِ رجال میں جا بجا مذکور ہے - یعتبر بہٖ ولا یحتج بہٖ اور فضائل اعمال میں احادیثِ معتبرہ بالاجماع کافی ہیں - اگرچہ صحیح بلکہ حسن بھی نہ ہوں -

۳ - تھانوی صاحب نے اذان میں انگوٹھے چومنے کو بدعت قرار دیا - حالانکہ جس جگہ کی عبارت نقل کی ہے - اس سے متصل شامی نے بیان کیا - کہ اذان میں انگوٹھے چومنا مستحب ہے - اور استحباب کو قہستانی نے فتاویٰ صوفیہ اور کنز العباد سے بھی نقل کیا - ملاحظہ ہو -

یستحب ان یقال عند سماع الاولیٰ من الشہادۃ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وعند الثانیۃ فیہا قرۃ عینی بک یا رسول اللہ ثم یقول اللھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفر الابہامین علی العینین فانہ علیہ السلام قائد لہ الی الجنۃ - کذا فی کنز العباد اھ قہستانی ونحوہ فی الفتاوی الصوفیہ	جب اذان میں پہلی بار اشہدان محمداً رسول اللہ سنے تو کہے صلی اللہ علیک یا رسول اللہ اور جب دوسری بار سنے تو کہے قرۃ عینی بک یا رسول اللہ - پھر دونوں انگوٹھے آنکھوں پر رکھنے کے بعد کہے اللھم متعنی بالسمع والبصر - پس اس شخص کی نبی علیہ السلام جنت میں قیادت فرمائیں گے - اسی طرح کنز العباد قہستانی اور فتاویٰ صوفیہ میں ہے

اس عبارت کو تھانوی صاحب صاف گول کر گئے۔ تاکہ اذان میں انگوٹھے چومنے کو بدعت قرار دینے کا جواز پیدا ہو سکے۔ اور قہستانی کی وہ مجہول نقل ذکر کر دی۔ جس میں انہوں نے یہ ذکر کیا۔ کہ مجھے اقامت میں انگوٹھے چومنے کی روایئت نہیں ملی۔

۴۔ تھانوی صاحب نے سلب کلی کر دیا۔ کہ اذان میں تقبیل کسی معتبر روائیت سے ثابت نہیں۔ حالانکہ ایک ہزار سے زیادہ کتب فقہ میں یہ روائیت موجود ہے۔

۵۔ قہستانی کی نقل مجہول ہے۔ اور خود شامی نے ص ۵۱۲ ج ۲ پر تصریح کی ہے۔ نقل مجہول مقبول نہیں ہوتی لایکفی فی النقل لجھالتہ

۶۔ علی التنزل اگر اس نقل کو قبول کر بھی لیا جائے۔ تو یہ نفی روائیت ہے روائیت نفی تو نہیں ہے۔ اور تھانوی صاحب کو غالباً یہ معلوم نہیں کہ نفی ثابت کرنے کے لئے روائیت نفی کی ضرورت ہے، نفی روائیت کی نہیں۔

۷۔ کسی فعل کو مکروہ ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس فعل پر نہی خاص موجود ہو۔ علامہ شامی فرماتے ہیں۔

لایلزم منہ ان یکون مکروھاً الا بنھی خاص لان الکراھتہ حکم شرعی فلا بد لہ من دلیل	بغیر نہی خاص کے کوئی فعل مکروہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ کراہت حکم شرعی ہے۔ اس کیلئے دلیل خاص ضروری ہے۔

ردالمحتار ج ۱ ص ۶۸۴

پس اقامت میں تقبیل سے روکنے کے لئے نہی بالخصوص ضروری ہے۔ و بدونہ خرط القتاد محض ثبوت کی روائیت کا نہ ملنا۔ اسکی کراہت کیلئے کافی نہیں۔ صاحب بحر الرائق فرماتے ہیں۔ لایلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھتہ اذ لابد لھا من دلیل خاص۔ ترک مستحب سے کراہت

لازم نہیں آتی کیونکہ اس کے لئے دلیل خاص کی ضرورت ہوتی ہے پس نفی روائیت سے کچھ نہیں بنتا - جب تک کہ روائیتِ نفی نہ ہو -

(بحرالرائق ج ۲ ص ۱۷۶)

۸ - اقامت میں نامِ اقدس سنکر انگوٹھے چومنا نامِ اقدس کی تعظیم ہے - اور اسکا منشاء بھی موجود ہے - پس اقامت میں نامِ اقدس سنکر انگوٹھے چومنا ادب و تعظیم کے قبیل سے ہے -

محقق علی الاطلاق ابن ہمام فرماتے ہیں -

کل ما کان ادخل من الادب والاجلال کان حسناً	ہر وہ کام جو ادب اور تعظیم میں داخل ہو - حسن ہے -

امام ابن حجر مکی جوہر منظم میں فرماتے ہیں -

تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بجمیع انواعِ التعظیم التی لیس فیہا مشارکۃ اللہ تعالیٰ فی الالوھیۃ امر مستحسن عند من نور اللہ ابصارھم ط	تمام انواع تعظیم سے نبی علیہ السلام کی تعظیم کرنا - جن میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں مشارکت نہ ہو - اہلِ بصیرت کے نزدیک امر مستحسن ہے -

خلاصۃ الکلام یہ ہے کہ آذان میں تقبیل مذکور ثابت ہے - اور اقامت میں جائز اور مستحسن ہے - جائز اس لئے ہے - کہ اسکی نفی ثابت نہیں ہے - اور مستحسن اسوجہ سے ہے کہ یہ تعظیمِ رسول کا ایک فرد ہے اور تعظیمِ رسول کم از کم مستحسن ہے -

(محصلہ فتاوی رضویہ ج دوم صہ ۴۹۳ تا ص ۴۹۶)

خلیل احمد انبیٹھوی اور اعلیحضرت رح

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے براہین قاطعہ مصدقہ گنگوہی میں سنّت اور بدعت کا ایک فقہی ضابطہ بڑے فخر کے ساتھ اپنی کتاب میں درج کیا ہے - اعلیحضرت نے اسی ضابطہ کا

کا کئی وجہ سے احتساب کیا ہے۔ ہم انبیٹھوی صاحب کا ضابطہ بیان کرنیکے
بعد اعلیحضرت کے احتساب کا کچھ ملخص پیش کریں گے۔

مولوی انبیٹھوی صاحب لکھتے ہیں۔

حاصل یہ ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلاثہ میں ہو۔ خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی ان قرون میں ہو یا نہ ہو اور خواہ اسکی جنس کا وجود خارج میں ہو یا نہ ہو وہ سب سُنّت ہے۔ اور وہ بوجود شرعی ان قرون میں موجود ہے۔ اور جس کے جواز کی دلیل نہیں، تو خواہ ان قرون میں بوجودِ خارجی ہو یا نہ ہو وہ سب بدعتِ ضلالۃ ہے۔ اس قاعدہ کو خوب سمجھ لینا ضروری ہے۔ مؤلف اور اسکے اشیاع نے اس کی ہوا بھی نہ سونگھی۔ اس عاجز کو اپنے اساتذہ جہابذہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے۔ اس جوہر کو اس کتاب میں ضرورۃً رکھتا ہوں۔ کہ موافقین کو نفع اور مخالفین کو شاہد ہدائیت حاصل ہو الخ

(ملخصاً براہین قاطعہ ص۲۸ تا ص۲۹)

اعلیحضرت عظیم البرکت کا تعاقب

مولوی انبیٹھوی صاحب نے اپنے اس کلام میں جوازِ شرعی کی دلیل کے، وجود و عدم کا سنت و بدعت میں حصر عقلی کر دیا۔ پس استحباب اباحت اور کراہت تنزیہی ان تمام احکام کی نفی ہو گئی۔ کیونکہ جس امر کے وجود کی دلیل شرعی پائی گئی وہ سُنّت ہے۔ استحباب اور اباحت کے ثبوت کی کوئی گنجائش نہ رہی۔ اور جس امر کے جواز کی دلیل شرعی نہ پائی گئی وہ بدعت و ضلالت ہوگا۔ پس کراہت تنزیہی کا رفع ہو گیا (محصلہ فتاویٰ رضویہ ج دوم ص۱۵۸ تا ص۱۵۹)

اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقہ کی جس قدر انواع پر کام کیا ہے۔ اگر ان تمام کا احصار کیا جائے۔ تو اس کے لئے بھی ایک عظیم دفتر کی ضرورت ہے یہ مختصر مقالہ اعلیحضرت، عظیم البرکت الشاہ مولانا احمد رضا خاں کی تمام فقہی خصوصیات کو پیش کرنے سے یقیناً قاصر ہے۔ تاہم اعلیحضرت کی فقہی تحقیقات میں سے چند

انواع کی ایک جھلک پیش کی گئی ہے۔ تاکہ اس کا مطالعہ قارئین کو اعلیحضرت کے فقہی تبحر سے ایک حد تک روشناس کر سکے۔

اعلیحضرت کا فقہی مقام

جن امور کو اس مقالہ میں پیش کیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ اعلیحضرت میں اصولیین فقہاء اور متصوفین تینوں کی تعریفات کے اعتبار سے فقہ کی معنویت پائی جاتی ہے۔ طبقات فقہاء کے اعتبار سے اعلیحضرت کا موازنہ کریں، تو پتہ چلتا ہے۔ کہ قواعد شرعیہ وضع کرنے کیوجہ سے آپ میں طبقہ اولی یعنی ائمہ اربعہ کی جھلک بھی پائی جاتی ہے۔ غیر منصوص مسائل کو قواعد امام سے استخراج کرنے کیوجہ سے خصاف اور طحاوی کیطرح طبقہ ثالثہ میں قدم راسخ رکھتے ہیں۔ روایات میں ترجیح اور تفصیل کے سبب سے طبقہ رابعہ اور خامسہ کے فقہاء سے کسی طرح کم نہیں۔ فقہ کا کوئی باب ایسا نہیں۔ جس میں فقہاء سابقین کی تصریحات سے زیادہ مسائل نہ متفرع کئے ہوں جو امور متقدمین کی نظر سے مخفی رہ گئے۔ انہیں انتہائی لطافت کے ساتھ واضح کر کے دلائل و براہین سے مزین کیا۔ معاصرین فقہاء کی غلطیوں پر انہیں ان گنت وجوہ سے متنبہ فرمایا۔ فقہی مباحثہ میں جو طبعی و ریاضی کے مسائل آ گئے۔ تو ان پر ایسے اچھوتے انداز میں بحث کی ہے۔ کہ فارابی اور شیخ بھی دبے ہوئے نظر آتے ہیں۔ انصاف اور دیانت کی نظر سے دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اعلیحضرت نے فقہ میں وہ مقام حاصل کیا۔ جس کی نظیر صدیوں پیچھے نہیں ملتی۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط